تفسیر القاء الرحمٰن

ترجمہ

تفسیر الہام الرحمٰن

مسئلہ چہارم

قانون کی مثالیں

قانون اور مصلحت میں فرق

قانون کی مثالیں: قانون اور مصلحت میں فرق ہے۔ جب کوئی امر مطلق ہو اور اس کی حدود مقرر نہ کی گئیں ہوں اور نہ کسی قید سے اس کو مقید کیا گیا ہو اس کو مصلحت کہتے ہیں اور جب وہ قیود ات سے مقید ہو اور اس کی حد بندی کر دی جائے اس کا نام "قانون" ہے۔

پس پہلے ہم قانون کی مثالیں پیش کرتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو "قانون" جو ان کے مزاج کے موافق اور مناسب ہو بنانے کا اختیار دیا ہے کہ رعایت محکمات کتاب اللہ کے بعد وہ قانون وضع کر سکتے ہیں۔ پس مثالوں کے ذریعہ جاننا ضروری ہے۔

پہلی مثال: (آیت ۲۲۶ ۔ ۲۲۷) کوئی شخص اپنی زوجہ سے الگ ہو گیا۔ اور عورت اس سے متمتع اور منتفع ہونا چاہتی ہے اور وہ نفع نہیں اٹھا سکتی تو یہ فعل مرد کی مصلحت کی بنا پر ہے۔ کیونکہ وہ اپنے گھر کا حاکم ہے اور اس نے کسی خاص مصلحت کی بناء پر زوجہ کو الگ تھلگ رکھا ہے۔ لیکن طلاق میں ایسا مقرر نہیں کیا بلکہ چار ماہ کی قید لگائی ہے جب یہ مدت پوری ہو جائے گی تو میاں بیوی کا عہد اشتراک بھی ختم ہو جائے گا یہ قانون کی مثال ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول میں اس کو واضح کیا گیا ہے۔

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ	جو لوگ اپنی بیویوں کے پاس جانے کی قسم کھا بیٹھے
تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ	ہیں ان کو چار مہینوں کی مہلت دی ہے پھر اس مدت

فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ٢٢٦ وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ٢٢٧

میں رجوع کرلیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر طلاق کی ٹھان لی ہے تو بھی اللہ سنتا ہے اور جانتا ہے۔

یہ امران دونوں کے سپرد تھا جب دونوں چاہیں نکاح کو فسخ کرسکتے ہیں اور چاہیں رجوع کرلیں لیکن جب چار ماہ کی قید لگ گئی تو یہ "قانون" بن گیا۔

دوسری مثال: مطلقہ عورتیں تین "قروء" تک اپنے آپ کو روکے رکھیں۔ یہ مدت، رجوع کرنے اور واپس رہنے کی ہے اور اس مدت سے اس کو مقید کر دیا گیا کہ اگر یہ مدت پوری ہو جائے گی تو رجوع اور واپس کرنے کا اسے حق نہیں رہے گا۔ اس کے لیے جائز نہ ہوگا تو یہ "قانون" بن گیا اسی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۚ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ أَرْحَامِهِنَّ إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَبُعُوْلَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ إِنْ أَرَادُوْٓا إِصْلَاحًا ۚ

اور جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہے وہ اپنے آپ کو تین کپڑے آنے تک روکے رکھیں اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہیں تو جو کچھ بھی (بچے کے قسم سے) خدا نے ان کے پیٹ میں پیدا کر رکھا ہے اس کا چھپانا ان کو جائز نہیں ہے اور ان کے شوہر ان کو اچھی طرح رکھنا چاہیں تو وہ اس اثنا میں ان کو اپنی زوجیت میں لانے کے زیادہ حقدار ہیں۔

یہاں لوٹانے کی مدت محدود ہے جیسا کہ تم کو معلوم ہوگیا۔

پھر قروء کا مسئلہ تو اس کی معرفت و پہچان عورتوں پر چھوڑ دی گئی۔ اور اسی بنا پر عورتوں پر لازم ہے کہ وہ اس بارے میں کچھ چھپائیں نہیں تاکہ ان دونوں پر قانون کا نفاذ ہو سکے یہ دو مثالیں قانون کی ہیں۔

اب تم مصلحتوں کی مثالوں کی طرف دیکھو:

مرد اور عورت دونوں اپنے گھر میں ایک دوسرے کے شریک حیات ہیں اور عقد نکاح ان دونوں کے درمیان ایک عہد اشتراک ہے تاکہ دونوں کے حقوق متبادل ہوتے رہیں اگرچہ ایک ان میں

سے دوسرے کے مقابلہ میں بعض حقوق میں متقدم ہے اور اس کو مزیت حاصل ہے تو یہ ایک مصلحت ہوئی اور اسی کی طرف خدا کے اس قول میں اشارہ ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ — اور جیسے مردوں کا حق عورتوں پر ہے دستور کے مطابق عورتوں کا حق بھی مردوں پر ہے۔

یہ آخر آیت ۲۲۸ میں ہے اور یہ حقوق متبادل یہ ہیں مثلاً: طعام، مسکن، لباس اور ایک دوسرے سے متمتع ہونا وغیرہ اور یہ امورِ معاشرت میں واجب ہیں اور یہ اہل علم کے یہاں مشہور و معروف ہے۔

ان الرجل اذا دعا امرأته الی فراشه فابت فعلیها: الخ (الحدیث) — جب کوئی آدمی اپنی بیوی کو بستر کی طرف بلائے اور وہ انکار کرے تو اس پر ایسا ایسا ہے۔

انسان کو سمجھنا چاہیے ولھن مثل الذی الخ (اور عورتوں پر اس کے مثل ہے جو مردوں پر) جب آدمی اپنی بیوی کو ترک کر دیوے اور وہ اپنی حاجت میں ہے تو اس پر اس طرح ہوتا ہے جس طرح مرد پر ہوتا ہے کیونکہ جو چیز عورت پر واجب ہے مرد پر بھی واجب ہے[1]

دوسرا مسئلہ

جب دونوں ایک امر مشترک ہیں تو سب سے پہلے دونوں پر واجب ہے دونوں اس چیز کو متعین کر لیں جس پر جھگڑا ہوا ہے۔ وگرنہ اجتماعیہ منظم نہ ہوگا اور اس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہدایت فرمائی ہے آپ نے فرمایا ہے:

اذا سافر اثنان فلیکن احدکما امیرا: — جب تم میں سے دو آدمی سفر کریں تو تم میں سے ایک امیر ہونا چاہیے۔

---

[1] مفہوم اس عبارت کا یہ ہے کہ جس طرح مرد کو حق ہے کہ وہ کسی مصلحت سے اپنی بیوی کو اپنے بستر سے الگ کر دے اور اسے قربت کا موقع نہ دے۔ اسی طرح عورت کو بھی حق ہے کہ وہ مصلحت سے اپنے شوہر کو اپنے بستر پر نہ آنے دے (ابوسلمان شاہجہانپوری)۔

گھریلو اجتماعیۃ میں واجب ہے کہ ان میں سے کوئی رئیس (سردار) بن جائے تاکہ تمام جھگڑے اور اختلافات جو ان میں پیدا ہوں طے کر دیوے اور گھر کے مالک کے سوا کوئی دوسرا اس کا حقدار نہیں اور اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ	ہاں! مردوں کو عورتوں پر فوقیت ہے اور اللہ
وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۲۲۸	غالب اور حکمت والا ہے۔

اور یہ امر ایسا ہی ہے جیسا مصلحت اولی ہے[1]

دوسری مثال فسخ کی ہے اور پہلی مثال میں فسخ کا ذکر۔ اور قانون کا فسخ تھا۔ (راجعہ) اور یہ فسخ بھی آیت (۲۲۹، ۲۳۰) میں مقید ہے، خدا فرماتا ہے:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ	جب طلاق دو مرتبہ دیدی تو اس کے بعد اس کو
بِمَعْرُوفٍ اَوْ تَسْرِيحٌ بِاِحْسَانٍ ؕ	اچھے طریقہ پر رکھے اور یا صاف طلاق دیدے۔
وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوا مِمَّآ	اور تمہارے لیے حلال نہیں اور جو تم ان کو دے چکے
اٰتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ	ہو اس میں سے تم کچھ واپس لینا چاہو تو جائز نہیں مگر
اَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ	یہ کہ میاں بیوی کو اس بات کا خوف ہو کہ خدا نے میاں
اَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ ۙ فَلَا	بیوی کے سلوک کی جو حدیں ٹھہرا دیں ہیں ان کو قائم
جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ	نہیں رکھ سکیں گے تو اس صورت میں کہ تم کو خوف ہو کہ
تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا ۚ	میاں بیوی اللہ کی باندھی ہوئی حدوں پر قائم نہیں رہ

---

[1] قانون کی دو مثال پہلے گذر چکی ہیں جو مصلحت کی مثالوں سے قبل بیان کی گئیں۔ اگرچہ واجب یہ تھا کہ مصلحت کو مقدم رکھا جاتا۔ کیونکہ مصلحت ہی سے قانون تیار کیا جاتا ہے۔ جب کسی مصلحت کو کسی قید یا حد سے مقید کر دیا جائے تو وہ قانون بن جاتا ہے لیکن ہم نے ترتیب آیات کے رعایت سے ایسا کیا ہے اور استاذ مرحوم نے ان آیات کو موخر رکھا تھا۔ حسب ترتیب مسائل —— ہمارے لیے ایک مسئلہ باقی رہ گیا جس کا تعلق قانون سے ہے اور وہ یہ کہ کبھی ایک قانون سے دوسرا قانون بنا کرتا ہے اور قانون کے لیے یہ لازم ہے اس کی مثال ملاحظہ ہو۔ رحم میں خدا نے جو کچھ پیدا کیا ہے۔ قروء کی مدت میں اس کو چھپانا۔ یہ قانون دوسرے قانون کی طرف کھینچتا ہے۔ محمد نور مرشد

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۲۲۹
فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ
بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ
فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ
عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ
ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ
وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا
لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۲۳۰

سکتے اور عورت (اپنا پیچھا چھڑانے کے عوض کچھ دے نکلے تو اس میں دونوں میں گناہ نہیں ہے۔ یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں تم ان سے آگے مت بڑھو اور جو اللہ کی باندھی ہوئی حدوں سے آگے بڑھ جائیں تو وہی لوگ ظالم ہیں اب اگر عورت کو تیسری بار طلاق دیدی تو اس کے بعد جب تک عورت دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرلے اس کے لیے حلال نہیں ہے اور اگر اس کو طلاق دیدی ان پر کچھ گناہ نہیں کہ دونوں نکاح کرلیں بشرطیکہ دونوں کو یہ گمان ہو کہ اللہ کی حدود پر قائم رہ سکیں گے یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں جن کو سمجھداروں کے لیے باندھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ قول:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ
بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ

جب دو مرتبہ طلاق دیدی اس کے بعد اچھے طریقے سے اس کو روکے رکھے یا صراحتاً طلاق دیدے۔

اس کے بعد چند احکام اور بیان فرمائے، فرماتا ہے:

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ
لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا
غَيْرَهٗ ؕ

پس اگر اس نے بیوی کو تیسری طلاق دیدی تو اس کے بعد وہ بیوی اس کے لیے جائز نہیں ہے جب تک کہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے۔

یہ تقیید فسخ نکاح ہے۔ تین طلاق دینے تک وہ عورت سے رجوع کرسکتا ہے اس کو روک سکتا ہے۔ جب تیسری طلاق بھی واقع ہوگئی تو اب وہ اس کو نہ لوٹا سکتا ہے نہ رجوع کرسکتا ہے ہاں اس کے سوا دوسرے مرد سے وہ عورت نکاح کرلے پھر وہ اسے طلاق دیدے تو اس سے نکاح کرسکتی ہے پہلے شوہر کی طرف اگر چاہے رجوع کرسکتی اور اس میں قید فسخ موجود ہے۔

دوسری مثال: معاہدہ نکاح کی بنا ایک مقدار مال دینے پر ہے لیکن یہ مال قیمت بضع نہیں ہے

جیساکہ بعض فقہاء نے سمجھ رکھا ہے بلکہ یہ اس لیے ہے کہ عورت مرد کے گھر سے وابستہ ہوتی ہے۔ یہ عورت اپنے باپ کے گھر کا ایک عضو تھی اور لبسا اوقات اس کا انضمام دوسرے سے باپ کے گھر میں خلل لاتا ہے اور اس کے اجتماعیہ میں نقص پیدا کر دیتا ہے تو جو شخص اس کو اپنے سے ملحق کرنا چاہتا ہے۔ اور اس کو اپنے اجتماعیۃ میں شامل کرنا چاہتا ہے کچھ مال اس کو دیدے اور یہ عورت و مرد میں جو طے ہوئے اور اس کے خسارہ کا بدلہ دیدے کہ اس نے اس کو اپنے جدید اجتماعیہ میں شامل کر لیا۔ اگر عورت چاہے تو اس کا باپ اپنے اجتماعیہ کے خلل و نقصان کو پورا کر لیوے۔

یہی وجہ مہر ادا کرنے کی ہے ———— اور عشرہ زوجیت میں زوجہ کے حقوق ہیں، ویسے ہی زوجہ پر اس کے مرد کے حقوق ہیں اگرچہ مرد ہی مدبر بیت ہے اور یہ دوسری چیز ہے اور ضروریات اجتماعیہ میں سے ہے لیکن وہ اس کی گردن کا مالک نہیں ہے۔

اس توضیح کے بعد ہم کہتے ہیں آج مسلمانوں کا اجتماعیہ بالکل فاسد اور خراب ہو چکا ہے عورت کو گویا استمتاع کا ایک آلہ سمجھا جاتا ہے یا پھر یہ کہ وہ اولاد حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے تاکہ یہ اولاد مرد و عورت کے درمیان رابطۂ اجتماعیہ بن جائے یہ فکر فاسد اور بدترین فکر ہے۔

اور یہ مصلحت یعنی ایک مال کی مقدار کو عقد کے وقت دینا اور اس سے رجوع کرنا زوجین کے اختیار میں تھا۔ اور یہ ایک مصلحت کی بنا پر تھا۔ اگر ان دونوں نے اس میں کوئی قید اور شرط لگائی تو یہ دونوں قانون بن جائیں گے اور اسی کی طرف اس قول میں اشارہ ہے۔

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَأْخُذُوا مِمَّآ — اور جو تم ان کو دے چکے ہو اس میں کچھ واپس
اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا — لینا جائز نہیں ہے۔

یہ قانون اس مال کے متعلق ہے جو مرد نے عقد کے وقت عورت کو دیا ہے پس جب وہ اپنے باپ کے گھر رجوع کرتی ہے تو جو مال اس نے اپنے شوہر سے لیا ہے وہ واپس لے سکتا ہے اور یہ قانون کی نظر میں ہے۔

مہر قیمت بضع نہیں ہے جیسا کہ بعض فقہاء کا گمان ہے

مہر قیمت بضع نہیں ہے۔ اگر قیمت بضع ہوتا اور فقہا نے قید لگائی ہے کہ عورت سے

ایک مرتبہ بھی فائدہ اٹھالیا۔ تو اس سے مال واپس لینا جائز نہ ہوگا۔ اور اس طرح وہ اس سے مانوس ہوگئے اور کتاب اللہ سے بعض الفاظ انھوں نے پڑھ لیے لیکن ان پر انہوں نے کافی غور نہیں کیا۔ وہ اس کو اور اس کے نتائج کو سمجھ ہی نہ سکے۔

یہ مثالیں قانون کی ہیں قرآن حکیم نے اس کا نام حدود اللہ رکھا ہے اور ان لوگوں کی تہدید کی ہے جو حدود اللہ سے متجاوز کریں، فرماتا ہے۔

تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا	یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں تم ان سے
وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ	آگے مت بڑھو اور جو اللہ کی باندھی ہوئی حدوں سے
الظّٰلِمُوْنَ ۲۲۹	آگے بڑھ جائیں تو یہی لوگ برسر ناحق ہیں۔

پس اعتداء اور زیادتی قوانین ملکیت پر جن کی بنا تقیید پر ہے ایک فساد عظیم ہے اور اس اعتداء اور زیادتی کی بنا اعتداء علیٰ حدود اللہ فی البیوت پر ہے۔

تنبیہ

مرد اور عورت بعض امور میں جداگانہ صلاحیت رکھتے ہیں

مرد اور عورت دونوں ان امور کی جداگانہ صلاحیت رکھتے ہیں جو ان کی طبیعت کے مناسب اور موافق ہوتی ہے۔ مثلاً، مرد اپنی جبلت اور طبیعت کی رُو سے اعمال شاقہ، کسبِ معاش، مدافعت اعلاء اور سخت ترین مصائب برداشت کرنے کی صلاحیت اور خصوصیت رکھتا ہے۔

اور عورت کے لیے یہ مناسب ہے کہ اولاد کی حضانت و پرورش کرے، کھانا پکائے، چولہا دھوئے، مکان کی صفائی رکھے یہ اس کی طبعی صلاحیت ہے۔

پس گھریلو اعمال و امور مرد اور عورت کے درمیان ہر ایک کے مناسب اور ان کی فطرت کے مناسب ہونا چاہیے۔ یہی عدل و انصاف اور تقویٰ ہے اور اسی پر اجتماعیہ صالحہ کی عمارت قائم ہے اور دنیا ایک طویل زمانے سے ہر ملک میں اور تمام امتیں ان اصول کی پابند ہیں جو قریب قریب انسانی فطرت کے مناسب ہیں۔

مغربی دنیا نے انسانی فطرۃ کو برباد کر دیا

تقریبًا ایک صدی[1] قبل نوامیس طبعیہ کا انکشاف ہوا ہے اور آلات سے کام لینا شروع کیا ہے چنانچہ صنعت کے بڑے بڑے کارخانے کھلے جس نے تمام ممالک میں ایک تغیر عظیم پیدا کر دیا اور گھریلو نظام اور اولاد کی پرورش اور عیال داری کے تمام معاملات کو فاسد اور خراب کر دیا ہے اور مردوں اور عورتوں کو اپنی اپنی فطرت کے مطابق چلنے سے پسپا کر رہا ہے۔

سرمایہ داروں اور کارخانوں کے مالکوں کی توجہ اس طرف ہے کہ آلات کے ذریعے اکتساب مال کس طرح ہو وہ ضعفاء اور فقراء اور کمزوروں کی فطرت کی طرف قطعًا نہیں دیکھتے اور مظلوموں پر شفقت و مہربانی کرنا قطعًا نہیں جانتے یہ طبقہ لوگوں پر قہر و غضب ڈھا رہا ہے اس طریقہ سے انھوں نے کلیتًا اجتماعیۃ کو فاسد و خراب کر رکھا ہے۔

یورپ کا یہ انقلاب جو تم دیکھ رہے ہو ایک وبائی مرض ہے جس نے تمام ممالک کو مرض میں مبتلا کر دیا ہے اور سب کے سب ایک ہی ساتھ اس ڈگر پر چل پڑے ہیں۔ لیکن ہمارا خیال ہے یہ سب کے سب بالآخر فطرت کی طرف رجوع کریں گے اور یہ اشتراکی نظام سرمایہ داروں اور سرمایہ پرستوں کے مظالم کو ڈھانے اور ان کے مظالم کا قلع قمع کرنے کے لیے قائم ہوا ہے جہاں کہیں بھی ہو یہ اشتراکی انہی لوگوں کا تعاقب کرتے ہیں۔ جو سرمایہ دار اور سرمایہ پرست ہیں، جہاں کہیں بھی ہوں اور بالآخر اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔

یہ لوگ اشتراکیت کی کامیابی اور سرمایہ داروں اور سرمایہ پرستوں کو توڑنے اور اُن کے شر سے محفوظ ہو جانے کے بعد ضرور فطرت کے قانون کی طرف رجوع کریں گے اور یہ ہمارا خیال ہے۔ ہم ناامید نہیں ہیں کہ وہ قرآن جس نے فطرت کا حکم دیا ہے اس کا وہ اعتبار نہ کریں گے۔

مردوں اور عورتوں کی فطرت مسخ کرنے کا سبب یہی وبائی مرض ہے اور یہ عارضی فساد اور عارضی خرابی ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ یہ لوگ اجتماعیہ قرآن کو توڑنا چاہتے ہیں بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ اس کو توڑنا چاہتے ہیں جو ان سرمایہ داروں اور سرمایہ پرستوں نے پیدا کر رکھا ہے اگرچہ ان لوگوں نے جو حال دنیا کا بنا رکھا ہے اس کو توڑنا اور مٹانا آسان کام نہیں ہے بلکہ

[1] مسودۂ تفسیر میں تو جملہ "ایک صدی قبل" ہی ہے لیکن یہ درست نہیں۔ اس لیے کہ نوامیس طبعیہ کے انکشاف اور انسان کے آلات سے کام لینے کے زمانے کا آغاز اس سے بہت قبل ہو چکا تھا البتہ صنعتی انقلاب کا زمانہ یہی ہے جس نے گھریلو نظام زندگی کو خصوصًا یورپ میں نظام زندگی کو تہ و بالا کر دیا۔ ابو سلمان شاہجہان پوری)

اس کا توڑنا وہ حالت پیدا کر دیتا ہے کہ جو احادیث میں قیامت کے بارے میں نشانیاں وارد ہیں اور جو مصائب اور حالات بیان کیے گئے ہیں ویسے ہی حالات پیدا کر دیتی ہے۔

ہم کسریٰ اور قیصر دونوں کی حالت سے واقف ہیں یہ ہر دو حکومتیں سرمایہ دار اور سرمایہ پرست تھیں انھوں نے ساری دنیا کو اپنے تغلب کے ماتحت کر لیا تھا۔ قرآن حکیم کا انقلاب آیا اور ان دونوں پر چھا گیا تو ایران و روم یا عراق و شام پر ایک قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔

بہت سی آیتوں کو جو قیامت کے بارے میں وارد ہیں ان میں اس قسم کی قیامت کے متعلق بھی ہیں اور بہت سی آیتیں اس قیامت کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

قرآن حکیم غالب رہے گا لیکن حکمت ولی اللہ کے مطابق

یہ ایسی قیامت ان پر ٹوٹی کہ شہروں اور آبادیوں کو برباد کر دیا اور اُس نے قرآن کے اجتماعیہ کو پوری طرح منظم کر دیا اور یہ نظام ایک ہزار برس تک چلتا رہا ہے لیکن جب اس نظام کو سرمایہ داروں اور سرمایہ پرستوں نے خراب کر دیا تو یہ قیامت ان پر بھی ٹوٹے گی اور وہ نظام جو بندگان خدا پر چلا رہے ہیں اس کو اکھاڑ پھینکے گی۔ اور شہروں اور آبادیوں اور اجتماعیات صالحہ کو ان کی نجاست سے پاک و صاف کر دے گی اور ہم امید رکھتے ہیں کہ یہ اجتماعیہ از سر نو دوبارہ منظم ہوگا۔ جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو جب تک اس اجتماعیہ کو باقی رکھنا منظور ہوگا باقی رہے گا اور ہمارا اعتقاد ہے کہ قرآن حکیم کا اجتماعیہ تمام اجتماعیتوں پر غالب رہے گا، لیکن امام ولی اللہؒ کی تفسیر کے مطابق۔

ہم پہلے ان شیوعین اشتراکیین کے افکار پیش کر چکے ہیں اور ہم نے ان کا قول نقل کیا ہے کہ:

> "اگر ایسا اجتماعیہ جو پیش کر رہے ہیں اور جس کا آپ دعویٰ کر رہے ہیں یہ قرآن کا اجتماعیہ ہے تو ہم اس میں داخل اور شامل ہونے کو تیار ہیں اور ہم ہر انقلاب سے نجات پائیں گے۔"

پس اگر مسلمان انقلابیوں کی تلواروں سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو وہ قرآن کو تفسیر امام ولی اللہؒ کے موافق یا جو اس کے قریب ہو اس کو مضبوطی سے تھام لیں اور ایسے

ایسے توہمات کو جس سے جبلت وطبیعت کا حکم باطل ہو سکتا ہے اس کو قطعاً چھوڑ دیں۔

جب مرد نے عورت کو تیسری طلاق دیدی تو اس نے حق رجوع کو باطل دیا لیکن اس حالت میں لبسا اوقات مرد عورت کے ساتھ چلنے والے کرتا رہتا ہے اور عورت کو لٹکتا چھوڑ دیتا ہے۔ وہ اقرار نہیں کرتا کہ اس نے تین طلاق دیدی ہیں ہم جو کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ مرد کا ارادہ ہو کہ عورت سے منتفع ہونا ہے۔ کیونکہ اس پر وہ حاکم رہ چکا ہے اور اس لیے یہ مصلحت بلا قید نہیں چھوڑی گئی بلکہ قید لگائی گئی اور مصلحت قانون بن گیا۔

اور دوسری مثال قانون کی آیت (۲۳۱) میں بیان کی گئی ہے

خدا کا فرمان!	قولہٗ تعالیٰ
اور جب تم نے عورتوں کو دوبارہ طلاق دیدی اور ان کی مدت پوری ہونے کو آئی تو باتوں میں سے ایک بات اختیار کر لو یا تو رجوع کر کے دستور کے مطابق اس کو زوجیت میں رکھو یا تیسری طلاق دے کر ان کو اچھی طرح رخصت کر دو اور ایذا دہی کے لیے اپنی زوجیت میں نہ رکھنا کہ لگو ان پر زیادتی کرنے اور جو ایسا کریگا تو وہ اپنا ہی کھوئے گا اور اللہ کے احکام کو ہنسی کھیل نہ سمجھو۔ اور اللہ نے جو تم پر احسان کیے ہیں ان کو یاد کرو اور اس کا یہ احسان بھی یاد کرو کہ اس نے تم پر کتاب اور عقل وحکمت کی باتیں اتاریں۔	وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُم بِهِ

یہ جو کچھ ہم نے کہا ہے اور جو مثالیں ہم نے پیش کی ہیں "قانون" کی مثالیں تھیں اور یہ اس لیے کیا ہے کہ مسلمان اس بات پر قدرت رکھتے ہیں کہ مصالح مرعیۂ اجتماعیہ جن کی بنا اور تعمیر قرآن پر ہے۔ ان کی تحدید کرلیں جو تمام امتوں کی طبیعتوں کے مناسب ہو اور اس آیت (۲۳۱) میں بھی مراد ہے۔

اور اللہ کے احکام کو ہنسی کھیل نہ سمجھو	وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا

ہم نے صرف یہاں مثالیں پیش کی ہیں کیونکہ وہ قوم جن پر قرآن اترا ہے وہ امی تھی اور ان کی قدرت میں نہ تھا کہ وہ قواعد کلیہ کو محفوظ کرسکیں اگرچہ یہ مثالیں مقصود بالذات نہیں ہیں بلکہ یہ ایک تذکرہ تھا جیسا کہ خدا نے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے۔

وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۲۲۱	اور اللہ لوگوں کے سامنے اپنے احکام بیان کرتا ہے تاکہ لوگ سمجھ سکیں۔

پس اس کا تذکرہ نہ کرنا اور مثالوں کو مقصود بالذات سمجھنا۔ ہماری نگاہ میں آیات خداوندی کو ھزوا (مذاق) گردانتا ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ جب ایک استاذ کسی ایسے شاگرد کو مثال کے ضمن میں قاعدہ کی تلقین کرتا ہے جو اس کی طرف التفات نہیں کرتا اور اس قاعدہ کو کلیتہً ضائع کر دیتا ہے اور بعد کی عبارت ہماری فہم و سمجھ کی تائید کرتی ہے اور وہ قول خداوندی ہے۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ	اور اللہ نے جو کچھ تم پر احسان کیے ہیں ان کو یاد کرو اور اس کا یہ احسان بھی یاد کرو کہ تم پر کتاب اور عقل کی باتیں اتاریں کہ تم کو ان کے ذریعہ نصیحت کرے۔

کتاب سے مراد "قاعدہ" ہے اور حکمت و مصالح ہیں جو کتاب اللہ میں موجود ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جن کی تعلیم دی۔ اسے تم کتاب اللہ کا حکم اور کتاب اللہ کی حکمت سمجھو۔

اور اسی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ وہ آیتیں جن کے احکام کا ذکر ہوا ہے اگرچہ گھریلو امور کے متعلق ہیں۔ لیکن اس میں خلافت کبریٰ کی رعایت کرنا واجب ہے۔

قولہ تعالیٰ	خدا کا فرمان
وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۲۳۱	اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

خدا کو ہر شئی کا علم ہے اس کا اقتضاء یہ ہے کہ تم کو بھی اپنی عورتوں کے موافق اقامتِ عدل و تقویٰ کی تعلیم دیوے۔ پس اگر اس کا اعتبار کرنا صحیح ہے تو اب تم یہ کہو کہ خدا کی مراد یہ نہیں ہے یہ اس نے ایسے الفاظ میں پیش کیا جو تمھاری طبیعتوں کے مناسب اور موافق ہے۔

پھر کبھی شوہر قوی ہوتا ہے اپنی مطلقات کو روکے رکھتا ہے کہ وہی ان بیبیوں سے پھر نکاح کرلیں اور عورت کے اولیاء اس کو اس سے منع کرتے ہیں تو خدا نے ان کو آیت ۲۳۲ میں سختی سے منع کر دیا کیونکہ یہ حکمت نکاح کو فاسد کر دیتا ہے اور معاہدۂ نکاح طرفین کے مصالح پر مبنی ہے۔ اور یہ مصالح ایک قانون بن گئے جس سے حکمت کی وضاحت ہوتی ہے۔

یہ قانون بھی قوانین ثابتہ میں داخل ہے جس کو پہلا قانون لازم ہے اور اسی کی طرف اس قول خداوندی میں اشارہ ہے۔

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۱۳۲

اور جب تم عورتوں کو تین بار طلاق دیدو اور وہ اپنی عدت پوری کر لیں اور جائز طور پر آپس میں کسی سے ان کی مرضی بن جائے تو ان کو دوسرے شوہروں کے ساتھ نکاح کر لینے سے نہ روکو یہ نصیحت ان کو کی جاتی ہے جو تم میں اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو یہ تمھارے لیے بڑی پاکیزگی اور بڑی صفائی کی بات ہے اور خانہ داری کی مصلحتوں کو خدا ہی جانتا ہے اور تم ویسا نہیں جانتے۔

اس کے بعد خدا نے وہ احکام بیان فرمائے جو تدبیر منزل کے متعلق ہیں لیکن پہلے طریقے سے جداگانہ طریقہ پر بیان کیے — رسول اللہ ﷺ کی دو بعثتیں تھیں ایک بعثت عرب کے امیوں کی طرف تھی جو حجاز وغیرہ میں آباد تھے۔ دوسری بعثت ان عربوں کے ذریعہ تمام دنیا کو تھی اور امور منزلیہ نمونہ تھے حکومت مبعوث الیہم کی طرف بعثت اولیٰ میں۔

اور جو لوگ بعثت اولیٰ میں مقصود و مطلوب بہ نسبت امم عالم کے مثل مربیات کے ہیں جو ایک ادارہ حکومت حکماء کے ماتحت جمع ہیں اور یہ لوگ امت کی تربیت کا مقصد رکھتے ہیں گویا یہ لوگ حکماء ہیں تو مختلف امتیں قریش کی تعلیم سے جو انھوں نے قرآن سے اخذ کی ہیں اور اس سے وہ تیار ہو کر نکلے ہیں تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ ہے۔

اور ان امور کی تمثیل نظام بیت و منزل میں جس میں مسائل رضاعت، کفالت، نفقہ وغیرہ نافذ

ہوتے ہیں بہترین تمثیل ہے جس کا ذکر آیت (۲۳۳) میں ہوا ہے۔

قولہٗ تعالیٰ — خدا کا فرمان!

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ
أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ
لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۚ
وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ
وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ
لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا ۚ
لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا
وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ ۚ وَ
عَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ ۗ فَإِنْ
أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا
وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۗ

اور جو شخص اپنی بیویوں کو طلاق دے دے پیچھے اپنی اولاد کو پوری مدت تک دودھ پلانا چاہے اس کی خاطر مائیں اپنی اولاد کو پورے دو برس دودھ پلائیں اور جس کا وہ بچہ ہے یعنی باپ اس پر دستور کے مطابق ماؤں کا کھانا اور کپڑا دینا لازم ہے نان و نفقہ کے ٹھہراؤ میں کسی کو تکلیف نہ دی جائے. مگر وہیں تک کہ اس کی گنجائش ہو اس کو اس بچہ کی وجہ سے نقصان نہ پہنچایا جائے اور نہ اس کو جس کا بچہ ہے یعنی باپ کو اس کے بچہ کی وجہ سے کسی طرح کا نقصان پہنچایا جائے اور دودھ پلانے کا نان و نفقہ جیسا اصل باپ ہے ویسا اس کے وارث پر اگر وقت سے پہلے ماں باپ اپنی مرضی اور صلاح سے دودھ چھڑانا چاہیں تو کچھ گناہ نہیں۔

والد پر واجب ہے کہ اپنی مالیت کے موافق عورت پر خرچ کرے۔ اور یہ تربیت امت عربیہ پیدا کرے اس کے بعد خدا نے بیان فرمایا۔

وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا
أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ
مَا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ
وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ
بَصِيرٌ ۲۳۳

اور اگر اپنی اولاد کو کسی وجہ سے دودھ پلانا چاہو تو اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ جو تم نے دستور کے مطابق ماؤں کو دینا کہا ہے ان کے حوالے کر دیا جائے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جانتے رہو کہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو اس کو (اللہ دیکھ رہا ہے)

یعنی جب تم اپنی اولادوں کو دوسری عورتوں کا دودھ پلانا چاہو تو ان کا حکم ماؤں کا حکم

ہوگا۔ ان پر وہی خرچ کرنا پڑے گا جو معروف شکل میں ماؤں پر خرچ کیا جاتا تھا۔

ماؤں کے علاوہ دوسری عورتوں سے دودھ پلانے کا فائدہ یہ ہوگا کہ بچہ بڑا ہو کر اپنی رضاعی ماں کی قوم و قبیلے میں ایک مبلغ دین ہوگا جس سے امتیں اور قومیں تربیت پائیں گی اور دوسری امتیں اور ملتیں ملت عربیہ کی تعلیمات سے تربیت پائیں گی جس طرح کہ اولاد رضاعی ماں سے تربیت پاتی ہے اور پھر یہی نہیں ہوگا بلکہ جو اسلام میں داخل ہوں گے اس کی طرف عداوت کی نگاہ سے نہیں دیکھیں گے اور اس کی نظر امت مخصوصہ کی خاص مصلحت کی طرف ہوگی جس کا تعلق مصالح حرب و جنگ سے ہوگا۔

پھر امتیں اور قومیں دوسری آئیں گی اور امت میں داخل ہوں گی اور جب یہ امت بھی غیر کی اولاد کی تربیت کی عادی ہوگی اور اس میں پرورش پائے گی تو ممکن ہوگا کہ وہ امتیں اور قومیں بھی جو اسلام میں داخل ہوئی ہیں اسی طرح تربیت پائیں۔

یہ ہم نے مسائل رضاعت سے مستنبط کیا ہے میں نے اپنی ذات پر اس کا تجربہ کیا ہے میں اپنے آباؤ اجداد کے مکانوں سے نکلا تو الحمدللہ میں شیوخ طریقت اور مشائخ علمیہ سے ملا اور ان مشائخ نے میرے ساتھ اولاد کا سا برتاؤ کیا۔ جس سے میں فہم کتاب اللہ پر پوری طرح قادر ہوگیا۔ اس طرح جس طرح مسلمان مسلمانوں کے گھروں میں ہوتے ہیں اور قادر ہوتے ہیں بلکہ اس سے کہیں زیادہ قادر ہوا۔

چونکہ میں کفر کو کفر کے ساتھ رہ کر جانتا تھا بخلاف مسلمانوں کی اولاد کے ان کو کفر کا تجربہ مطلقاً نہیں ہوتا اگر میرے ساتھ میرے مشائخ کا معاملہ اور برتاؤ ایسا نہ ہوتا تو کیا جو کچھ کہہ رہا ہوں اس پر قادر ہوتا؟ ہرگز نہیں! اور میں بازاروں اور راستوں میں مارا مارا پھرتا جس طرح بہت سے لوگ پھر رہے ہیں۔ بہت سے لوگ ہماری ابناء جنس سے مسلمان ہوئے لیکن پھر وہ بازاروں میں مارے مارے بھٹکتے ہی رہے۔

اسی بناء پر ہم مشائخ کے صدور اور سینوں کو تربیت اسلامیہ کا سرچشمہ سمجھتے ہیں یہ مشائخ کئی کئی بیبیاں کر لیتے ہیں۔ ان کے یہاں مختلف عورتوں کی اولاد ہوتی ہے پایہ کہ یہ اپنی اولاد کو خادمات کے پاس تربیت حاصل کرنے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں اور اس لیے چھوڑ دیتے ہیں ان کی

نظر میں ان کی تربیت بہت وسیع ہوتی ہے یہ مقصد نہیں ہوتا کہ بچے ہر بات میں ان کی طرف رجوع کریں بلکہ کچھ حصہ وہ ان سے بھی پالیں وہ ان پر ویسی مہربان ہوتی ہیں جیسا والدان پر مہربان ہوتا ہے۔

یہ خوبیاں مسلمانوں کے اجتماعیہ میں فطرۃ ثانیہ بن چکی ہیں[1]

ہم اس کی ایک اور مثال پیش کرتے ہیں کسی کے یہاں مطلقہ سے لڑکا پیدا ہوا اس کی ماں اس لڑکے کو دودھ پلاتی تھی۔ لڑکے کا والد لڑکے کی ماں کو وہی دے گا جو طلاق سے قبل دیا کرتا تھا پھر اس مرد اور عورت کے درمیان مشورہ سے یہ طے پایا کہ لڑکے کو اس کی ماں سے علیحدہ کردیئے اور دوسری عورت سے اس کو دودھ پلائے اور لڑکے کی تربیت کرے تو یہ مربیہ یا خادمہ وہی نے گی جو اس کی ماں کو یہ آدمی دیا کرتا تھا۔ اس عورت کو وہی خرچ دے گا جو اس کی ماں کو دیا جاتا تھا۔

اسی کیفیت سے اس آدمی کی نظر رحمت زیادہ وسیع ہو جائے گی جو کسی ایک صورت کے ساتھ مقید نہیں ہوگی بلکہ بہت سی صورتیں پیدا ہو جائیں گی اور یہ متعدد اور مختلف صورتیں ایک اجمالی امر ہے جو رضاعت اور ارشاد کے درمیان تعلیم میں پیش آتی ہیں۔ اگرچہ یہ امر دقیق ہے اور واضح بھی نہیں ہے اور ہوسکتا ہے کہ کوئی دوسرا آدمی مجھ سے بہتر استنباط کرسکے میں نے تو صرف وہ جو مجھ پر گزرا ہے اور جو حالات پیش آئے ان کا ذکر کیا ہے۔

ہندوستان میں بہت سے حوادث پیش آئے ان میں سے یہ ہے کہ ہندوؤں نے ہندو دھرم کی مسلمانوں کو دعوت دی اور کچھ لوگ اس کی طرف مائل ہوگئے اور مرتد ہوگئے لیکن یہ ہندو ان کے ساتھ وہ برتاؤ نہ کرسکے جو اپنی اولاد کے ساتھ کرتے ہیں چنانچہ وہ اپنی دعوت میں فیل ہوگئے اور ہندوؤں نے بہت تجربہ کیا اور ہندوؤں کے عقلا اور سمجھ دار طبقہ نے اعتراف کرلیا کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں ہمیں یہ قدرت نہیں ہے اور کہنے لگے، ہماری اولادیں جب دین اسلام میں داخل ہوتی ہیں تو وہ ان کے رنگ میں رنگ جاتی ہیں گویا مسلمانوں کی اولاد ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ کوئی مسلمان کی اولاد ان میں شامل ہو جائے اور وہ ایسی ہو کہ گویا ان میں سے ہے لیکن اس بارے میں وہ ناکام

---

[1] یہ عبارت بہت ہی مغلق ہے ہم اس سے استاذ کی مراد و مقصد کو نہیں سمجھ سکے اور اسی لیے ہم نے ویسے ہی درج کر دیا جیسا ہم نے پایا ہے۔ محمد نور مرشد۔

نامراد رہتے ہیں حاصل یہ کہ ہم بتلانا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کا اجتماعیہ بہت بہتر ہے۔

حاصلِ کلام یہ کہ میں دو مسئلوں کو دیکھتا ہوں۔

اوّل یہ کہ جو امتیں اسلام میں داخل ہوں ان کی تربیت امتِ عربیہ پر فرض ہے جنھوں نے قرآن اور فطرۃ مسلم سے تربیت پائی ہے اور یہ کام کوئی آسان کام نہیں ہے؟ اس کے لیے حکومت درکار ہے بلکہ میرے نزدیک حکومت سے زیادہ طاقتور کوئی طاقت ہو اس کی ضرورت ہے۔ پس جب ہم حکومت کے قانون سے تدبیر منزل کے مسائل مستنبط کریں تو یہ مناسب ہے کہ مسائل تدبیر منزل کے ضمن میں قانونِ ارشاد امم جو غیر محارب ہوں ان کا لانا بھی ضروری قرار دیا ہے کیونکہ مسائل ارشاد امم غیر محارب اور مسائل رضاعت میں میں گہری مناسبت پاتا ہوں تو اس کا اعتبار کرنا ضروری قرار دیا جائے کیونکہ اس میں سیاست پائی جاتی ہے۔

دوم یہ کہ کسی رئیس کا مرجانا ہے۔ ایسا ہے جیسا کہ کسی امت سے قائم کا مرجانا اور شوہروں کے لیے مخصوص احکام ہیں اور مسئلہ طلاق اور مسئلہ وفات ایک چیز نہیں ہے۔ خدا آیت (۲۳۴ اور ۲۳۵) میں فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۲۳۴ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاۗءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْھُنَّ سِرًّا

اور تم میں سے جو لوگ مرجائیں اور بیویاں چھوڑ مریں تو عورتوں کو چاہیے کہ چار مہینے دس دن اپنے تئیں روکے رکھیں پھر جب اپنی عدت کی مدت پوری کرلیں تو جائز طور پر جو کچھ اپنے حق میں (مناسب سمجھیں کریں) اس کا تم پر الزام نہیں اور تم لوگ جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے اور اگر تم نے کسی بات کی آڑ میں ان عورتوں کو نکاح کا پیام دیا اپنے دلوں میں چھپائے رکھو تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں اللہ کو معلوم ہے کہ ان عورتوں سے نکاح کر لینے کا خیال آئے گا سو مضائقہ کی بات نہیں مگر ان سے نکاح کا ٹھہراؤ چوری چھپے سے نہ کرنا۔ ہاں جائز طور پر

اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۵ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَه‘ ط وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ج وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۲۳۵

بات کہہ گزرو تو کچھ حرج نہیں اور جب تک معیاد مقرر یعنی عدت ، اختتام کو نہ پہنچ لے عقود نکاح کی بات پکی نہ کرلینا ۔ اور جانتے رہو کہ جو کچھ تمہارے جی میں ہے ۔ اللہ اس کو جانتا ہے ۔ تو اس سے ڈرتے رہو اور یہ بھی جانتے رہو کہ اللہ بخشنے والا بردبار ہے ۔

جب ہم ان احکام سے ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہونے کا اعتبار کرتے ہیں تو ہم کہتے ہیں ۔ حاکم کسی کے خلاف خروج ، استیلاء اور غلبہ کے لیے خفیہ مشورہ کرے جو حکومت قائمہ کے خلاف ہو اور یہ خروج اس لیے ہو کہ امور غیر مرضیہ اس سے صادر ہوتے ہیں ۔ اور یہ اس پر قبضہ کرنا چاہتا ہے ، یہ نا جائز ہے لیکن ہاں حاکم اول حقیقتاً مر جائے یا حکماً مر جائے تو قوی آدمی علانیہ طور پر امت کے سامنے اٹھ کھڑا ہو اگر امت اس سے راضی ہو اور اس کو حاکم مقرر کر لیوے تو وہ متولی امور امت بن جائے اور حکومت کرے ۔

جب مرد اپنی اپنی عورتوں کو چھوڑ کر مر جائیں تو عورتیں جو چاہیں معروف طریقہ پر کر لیں ، لیکن ان کا معاہدہ اور مواعید یہ جائز نہیں ہیں ۔ مثلاً عزم نکاح قبل عدت کسی سے کرنا حرام ہے جب تک عدت پوری نہ ہو جائے ، ایسا کرنا جائز نہیں ہے ۔

اس سے ہم امت کے مسائل اخذ کرتے ہیں جب امت کو ضعف و کمزوری کی وجہ سے جو حکومت حاکم اعلیٰ کے حکم سے قائم ہے لاحق ہو جائے تو اس کو معزول کر دیں اور دوسرا حاکم اپنے لیے مقرر کرلیں ۔ بدون رعایات سریہ ان قائمین بالحکم کے خلاف کھڑا ہو جانا جائز نہیں ہے کیونکہ اس طرح کرنے سے لوگوں کے امور درست نہیں ہوتے بلکہ بگڑ جاتے ہیں ۔

تنبیہ

جب کوئی حاکم مر جائے یا کمزور ہو جائے تو اہل حل و عقد جمع ہو کر دوسرا آدمی اپنے لیے منتخب کرلیں

ہم دیکھتے ہیں کہ جو رموز و اشارات ہم نے ان مسائل سے اخذ کیے ہیں ان پر عمل کرنا جمہوریت کے

سوا ممکن نہیں ہے جب کوئی حاکم مرجائے یا کمزور ہو جائے تو اہل حل وعقد جمع ہو کر دوسرا آدمی اپنے لیے منتخب کرلیں اور منصب ریاست اس کے سپرد کریں۔

لیکن غیر جمہوریۃ میں یہ ممکن نہیں ہے۔ سوائے خفیہ مواعید کے یا پھر اس کے لیے قتال اور جنگ ہو۔

ہم پہلے ثابت کرچکے ہیں کہ امت کے لیے تعیین حاکم جمعیت مرکزیہ کی طرف رجوع کرتی ہے دوسری عبارت میں کہیں گے کہ یہ کام اہل حل وعقد کی طرف رجوع کرنا ہے یہ کام وحی یا نبی کی طرف رجوع نہیں کرتا اور اسی بناء پر امت اپنا حاکم مقرر کرتی ہے جس طرح کہ عورتیں اپنے شوہروں کے مرنے کے بعد دوسرے شوہر مقرر و متعین کرتی ہیں۔ اور وہ اس میں مختار ہیں۔

(جاری ہے)